revealed, from time to time, during twenty-three years to this messenger sent among human beings."

یعنی، قرآن حکیم سماجی زندگی، تجارت، نکاح، وراثت، تعزیری قانون وغیرہ کے متعلق بہترین قواعد کا ذکر کرتا ہے، لیکن قرآن کریم کسی معمولی کتاب کے مانند نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ مبارک کا مجموعہ ہے جو تبنی نوع انسان کی طرف بھیجے گئے۔ اس کے پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر تیئیس ۲۳ سال کے دوران نازل فرمائے گئے۔

اسی طرح مشہور اہل قلم اور سائنسداں مورس بوکائے کی تازہ ترین اور مقبول عام تالیف "The Bible The Quran and Science" اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے جس میں مصنف نے قرآن کریم کے تعلق سے اپنے زریں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کتاب لائق مطالعہ اور قابل استفادہ ہے۔ مصنف تعارف کے ذیل میں لکھتا ہے:

"قرآن وحی کا وہ اظہار ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی جس کو فوراً قلمبند کر لیا گیا اور اہل ایمان نے حفظ کر لیا۔"

ہے قولِ محمدؐ قولِ خدا فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

مراجع وحوالہ جات

۱۔ سیرۃ النبیؐ جلد چہارم	از علامہ سید سلیمان ندویؒ
۲۔ عجائبات القرآن	از حکیم ملک حسن علی مرحوم
۳۔ فلاح دین و دنیا	از مفتی شوکت علی
۴۔ پیغمبر انقلابؐ	از مولانا وحید الدین خاں
۵۔ زندہ نبی کی زندہ تعلیم	از محمد علی صاحب
۶۔ حضرت رحمۃ اللعالمین کا فیض علم	از جناب حبیب اللہ صاحب گانی
۷۔ بائبل، قرآن اور سائنس	از موریس بوکائے
۸۔ ماہنامہ الرسالہ دہلی	بابت ماہ مارچ ۱۹۸۲ء
۹ 〃 نصرۃ الاسلام کشمیر	بابت ماہ نومبر ۱۹۸۴ء
۱۰ 〃 〃 〃	بابت ماہ دسمبر ۱۹۸۵ء
۱۱۔ روزنامہ علمبردار بنگلور	۱۳ر مئی ۱۹۸۶ء

ابو حیان توحیدی
حیات و خدمات کا ایک تحقیقی جائزہ
(۱)

جناب محمد سمیع اختر فلاحی ایم، اے شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

کسی بھی دور کے شاعر، ادیب یا فن کار کے فن سے بحسن وخوبی واقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس دور کی سیاسی، معاشرتی اور سماجی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ کوئی بھی فنکار یا ادیب اپنے آپ کو زمانے کے اجتماعی ومعاشرتی رجحانات، تہذیبی وثقافتی انقلابات، وقت کی سیاسی نزاکتوں اور مروجہ تعمیری و تخریبی قوتوں سے الگ ہو کر اپنی شاہراہ متعین نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی تخلیقات زمانے کے اثرات سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ایک انصاف پسند ناقد اور حقیقت پسند ترجمہ نگار کے لئے ناگزیر ہے کہ کسی بھی فنکار کے فن کو جانچتے وقت اس وقت کے سیاسی و اجتماعی حالات کو لازمًا سامنے رکھے۔

اگر تاریخ اسلام کا سرسری مطالعہ کیا جائے اور مختلف اسلامی حکومتوں میں ہونے والی علمی، سائنسی، سیاسی، فکری، تہذیبی و ثقافتی ترقیوں کا جائزہ لیا جائے تو عہد عباسی کو دیگر اسلامی حکومتوں کے مقابلہ میں عہد زریں سے موسوم

یا جاسکتا ہے۔ تاریخ اسلام میں پہلی بار مختلف عقلی ونقلی علوم وفنون کی باقاعدہ تدوین و ترتیب اور تصنیف وتالیف کا کام بڑے پیانہ پر شروع ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ساری ذہنی وداغی ترقیاں، علمی وسائنسی کارنامے، ادبی وفنی تخلیقات، تاریخی وفقہی انکشافات کے گراں قدر اور بیش قیمت ذخائر جو آج امت مسلمہ کے لئے باعث فخر وافتخار ہیں اسی عہد عباسی کی یادگار ہیں۔

ابوحیان توحیدی عباسی عہد حکومت کے تیسرے دور کی پیداوار ہے۔ بنو عباس کی حکومت کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ پوری مملکت میں امن وامان کی جگہ اضطراب و انتشار اور سکون واطمینان کی جگہ بدامنی ولاقانونیت نے لے لی تھی۔ ملک کے عرض و طول میں بغاوتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، طرح طرح کے فتنے جنم لے رہے تھے۔ حکام، وزراء، گورنر اور دیگر عہدیداران حکومت لہو ولعب، عیش وتعیش عافیت کوشی وآرام طلبی اور تفریح ودل بستگی کے جملہ انواع واقسام کے رسیا ہو چکے تھے۔ امور سلطنت کی دیکھ بھال اور نظم حکومت کی درستگی کے علاوہ ان کو ہر چیز سے دلچسپی تھی۔ دنیا بھر کی برائیاں جنم لے چکی تھیں۔ گانے بجانے کا رواج اس قدر پروان چڑھا کہ دار الحکومت میں دنیا جہان کی عمدہ گانے والی لونڈیاں اور عورتیں موجود تھیں۔ ملک کی مالیات کا بڑا حصہ اس طرح کی لغویات پر صرف ہونے لگا۔ غریب ومحنت کش عوام دن بدن طرح طرح کے خراج اور ٹیکس کے بوجھ تلے دبتے چلے گئے، جس کے نتیجے میں عوام کے اندر بے اطمینانی اور عدم اعتماد کا رجحان پروان چڑھنے لگا۔

چوتھی صدی ہجری کے نصف میں عباسی حکومت کے حالات اور بھی خراب ہو گئے صوبوں پر مرکز کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی، قوت نافذہ نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی، امور حکومت میں عجمیوں کا اثر ورسوخ بڑھتا گیا۔ مختلف خلفاء کے زمانے میں الگ الگ

غیر عرب قوموں کو آگے بڑھایا گیا۔ پھر نوبت یہاں پہنچ گئی کہ صوبوں کے گورنروں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ واسط اور بصرہ میں بریری، یمامہ اور بحرین میں قرامطی، مصر وشام میں اخشیدی، مغرب وافریقہ میں فاطمی، خراسان میں سامانی، طبرستان اور جرجان میں دیلمی، موصل اور دیار بکر و ربیعہ میں حمدانی اور ایران، رسی، اصبہان، طبرستان، جرجان اور جبل کرمان کے بعض علاقوں پر بویہی خاندان کی حکومت تھی[1]، عباسی حکمران کے ہاتھ میں بغداد کے سوا اور کوئی علاقہ باقی نہ بچا اور بغداد پر بھی حقیقی معنوں میں عباسی خلیفہ کی حکومت نہیں تھی بلکہ وہ صرف نام کا خلیفہ تھا۔ حکومت کے اصل کرتا دھرتا بویہی خاندان کے افراد ہی تھے۔ وزراء، قضاۃ، گورنر اور فوجی کمانڈر بویہی خاندان کے افراد ہی ہوا کرتے تھے۔ ۳۶۷ھ میں ان کا اثر ورسوخ اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور خطبہ میں عباسی خلیفہ کے ساتھ بویہی حکمراں کا نام بھی پڑھا جانے لگا[2]۔ رفتہ رفتہ عباسی خلفاء کی حیثیت صرف دینی پیشوا کی رہ گئی اور حکومت پر اغیار کا قبضہ ہو گیا۔ وسیع وعریض عباسی حکومت مختلف چھوٹے چھوٹے صوبوں اور علاقوں میں تقسیم ہوتی چلی گئی جس کے سبب ہر علاقے میں الگ الگ دربار وجود میں آنے لگے اور ہر ایک دربار سے علماء، ادباء اور شعراء کی ایک جماعت منسلک ہو گئی جن کی تخلیقات وتصنیفات کا زیادہ تر حصہ علاقائی اور مقامی خوبیوں کے اظہار وبیان پر مشتمل تھا۔ علاقے وحکومت کے اختلافات کے ساتھ ساتھ مذہب ومسلک میں اختلاف کی شروعات ہوئی۔ قدریہ، شیعہ، حنابلہ، زردشت، حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ متعدد فرقے وجود میں آگئے۔ پھر ان فرقوں کے درمیان باہمی مجادلے اور مناظرے میں شدت آگئی۔ علم کلام اور فلسفہ کو فروغ ملا۔ امراء وسلاطین نے بھی ان فلسفیانہ موشگافیوں اور مناظروں میں دلچسپی لینا شروع کر دیا۔ امراء وسلاطین اپنے مزاج اور نفس کے خلاف کوئی بھی بات برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ لہٰذا حقیقت پسند اور جید علماء وحکماء کے ایک طبقے نے عوام کے خوف اور امراء کی جہالت کی بدولت

روپوشی اختیار کرلی۔ ارباب حل وعقد اور فلاسفہ کے اسی روپوش طبقے سے ابوحیان کا بھی تعلق تھا۔[۶]

ابوحیان توحیدی

چوتھی صدی ہجری میں دنیائے عربی ادب کے نامور ادبا اور شہرۂ آفاق انشا پردازوں میں ابوحیان کا نام سرفہرست آتا ہے لیکن یہ عربی ادب کی بدقسمتی تھی کہ وہ اپنی وفات کے بعد ایک طویل عرصے تک لوگوں کی عدم توجہی اور ناقدری کی بدولت گوشۂ گمنامی میں پڑا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بیشتر گرانقدر علمی و ادبی تصنیفات زمانے کی نذر ہوگئیں۔ چنانچہ یاقوت الحموی اس کی متنوع شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

ترجمہ: "وہ بزم صوفیا کا صدر، طبقۂ ادبا کا سردار، گروہ فلاسفہ کا ادیب، فرقہ معتزلہ کا دانشور، محققین کا سرخیل، فن بلاغت کا امام، سامانیوں کا گل سرسبد، اہل زبان کا پیشوا، ذہانت، ذکاوت، فصاحت، زبان دانی اور قادر الکلامی میں یکتائے روزگار، مختلف علوم و فنون کی درایت و روایت کی رعایت کے ساتھ حصول کا ملکہ حاصل تھا، لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کی زندگی کا دائرہ بہت محدود تھا، وہ زمانے کی ستم ظریفیوں کی شکایت کرتا اور اپنی تصنیفات میں اپنی محرومیوں کا رونا روتا۔"[۷]

نام و نسب ترجمہ نگاروں کے درمیان آپ کے اصل نام کے سلسلے میں کچھ اختلاف ہے۔ مورخین کی اکثریت کا خیال ہے کہ آپ کا نام "علی بن محمد بن العباس التوحیدی" ہے۔ لیکن ساتویں صدی ہجری کے مورخ "معین الدین ابو القاسم الجنید الشیرازی" اپنی کتاب

"مسند الاسناد عن حظ الاوہاد" میں آپ کا اصل نام "ابوحیان احمد بن عباس الصوفی التوحیدی" بتاتے ہیں اور موصوف اپنی رائے میں منفرد ہیں۔[5]

ابوحیان کی خود نوشت تحریروں اور کتابوں سے آپ کے اصل نام اور حسب و نسب کا کوئی واضح اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ آپ کی تصنیفات و تخلیقات سے صرف آپ کی کنیت اور لقب کا پتہ چلتا ہے۔ "ابوحیان" آپ کی کنیت اور "توحیدی" لقب تھا۔ اس کی صراحت آپ کی کتاب "البصائر والذخائر" اور "الامتاع والموانسة" میں موجود ہے۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کی کنیت اور لقب آپ کے اصل نام پر غالب آگیا تھا۔

لقب اور کنیت آپ کے لقب کے سلسلے میں دو طرح کے اقوال ملتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے آباو اجداد میں سے کوئی ایسی کھجور بیچا کرتا تھا جسے "التوحید" کہتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب "التوحیدی" پڑ گیا۔[6] ابن حجر العسقلانی کا خیال ہے کہ آپ کی نسبت "التوحید" کی طرف کرنے کا محرک دین اسلام ہے۔ کیونکہ معتزلہ اپنے آپ کو اہل توحید کہا کرتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کا لقب "التوحیدی" پڑ گیا۔[7] لیکن ان دونوں تاویلات کے پیچھے کوئی ٹھوس اور محکم دلیل نہیں ہے اور نہ ان دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت دی جاسکتی ہے۔ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا کہ آپ کے آباو اجداد میں سے کوئی بغداد میں کھجور فروخت کیا کرتا تھا۔ اور دوسری تاویل میں بھی احتمال کی گنجائش ہے۔

اس کی وجہ جو بھی رہی ہو، یہ امر نہایت حیرت انگیز ہے کہ ابوحیان نے اپنی کتابوں میں بے شمار لوگوں کا تذکرہ کیا ہے، ہر خاص و عام سے بحث کی ہے، مختلف بادشاہوں، صوفیاء اور حکماء کے حالات پر نہایت تفصیل سے لکھا ہے، لیکن اپنے حسب و نسب، اپنے خاندان اور اپنے آباء و اجداد اور قریبی رشتہ داروں کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

وطن ابو حیان توحیدی کے وطن کے بارے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں ۔ ڈاکٹر ذکی مبارک نے اپنی کتاب میں نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ابو حیان فارسی الاصل تھے[8] یاقوت حموی کا خیال ہے کہ وہ شیراز کے رہنے والے تھے ۔ لیکن محمد کرد علی کا خیال ہے کہ آپ عربی النسل تھے[9] اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ فارسی زبان سے ناواقف تھے ۔ اگر آپ ایران میں پیدا ہوتے تو فارسی زبان سے بخوبی واقف ہوتے ۔ السندوبی نے المقابسات کے مقدمے میں لکھا ہے گو کہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ایرانی النسل تھے ۔ بہرحال مورخین کی اکثریت آپ کے ایرانی الاصل ہونے کے حق میں ہے ۔ لیکن ڈاکٹر محمد کرد علی کی رائے بھی اپنی جگہ اس وجہ سے باوزن ہے کہ ایرانی مورخین نے بھی تقریبا آپ کے وطن کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ دلیل بھی اپنے ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آپ ایرانی زبان یعنی فارسی سے ناواقف تھے کیونکہ آپ کی تصنیفات و تالیفات کا جو علمی، ادبی اور تحقیقی سرمایہ ہم تک پہنچا ہے وہ سب کا سب عربی زبان میں ہے ۔

تاریخ پیدائش ڈاکٹر ذکی مبارک کا خیال ہے[10] کہ آپ کی تاریخ پیدائش اور مقام ولادت کے سلسلے میں کوئی قطعی تاریخی ثبوت نہیں ملتا بلکہ آپ ایک ایسے گمنام ماحول کے پروردہ دانشور ہیں جس کے اندر شہرت و ناموری اور جاہ و منزلت کی کوئی خواہش نہیں تھی ۔ توحیدی کی تاریخ پیدائش ۳۱۰ھ ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۴۰۰ھ میں ابو حیان نے قاضی ابو سہل محمد کو ایک خط لکھا جس میں اس بات کی صراحت تھی کہ اس کی عمر اب نوے سال کی ہے[11] ۔ مورخین کا اندازہ ہے کہ آپ کی تاریخ پیدائش ۳۱۰ھ سے ۳۲۰ھ کے درمیان ہے ۔ المقابسات کے مقدمہ میں

المسند وبی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آپ کی پیدائش ۳۱۲ھ میں ہوئی۔

تاریخ وفات

آپ کی وفات ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ صاحب روضات الجنۃ بیان کرتے ہیں کہ "انھوں نے شیراز کی معتبر تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں یہ دیکھا کہ ابوحیان توحیدی کی وفات ۳۶۰ھ میں ہوئی ہے"[12]۔ احمد بن ابوالخیر زرکوب شیرازی اپنے والد کے واسطے سے بیان کرتے ہیں" ابوحیان کو شیخ کبیر کے سامنے مقام عفیف کی وادیوں میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر پر ایک تختی آویزاں تھی جس پر" ابوحیان توحیدی بغدادی" کندہ تھا۔ پھر میں نے مزید چھان بین کی تو ایک اور تختی ملی جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ "یہ ابوحیان توحیدی کی قبر ہے جن کی وفات ۳۶۰ھ میں ہوئی"۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی وفات ۳۸۰ھ میں۔ بغیۃ الوعاۃ[13] میں امام سیوطی نے اسی خیال کی تائید کی ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپ کی وفات ۴۱۴ھ میں ہوئی۔ ساتویں صدی ہجری کے مورخ ابوالعباس احمد بن ابی الخیر زرکوب الشیرازی اور معین الدین ابوالقاسم الجنید الشیرازی نے بالترتیب اپنی کتابوں شیراز نامہ اور شد الازار عن حط الاوزار میں ابوحیان کی تاریخ وفات ۴۱۴ھ بتائی ہے[14]۔ امام حجر العسقلانی اس کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابوحیان پر جب سکرات کا عالم طاری ہوا تو حاضرین نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا کہ اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ یہ وقت خدا سے ڈرنے کا ہے، یہی وہ گھڑی ہے جس کے لئے انسان تیاری کرتا ہے۔ اور ابوحیان کے سامنے ذکر کرنے لگے اور توحیدی کو بھی خدا کی یاد دلانے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر ابوحیان نے سر اوپر اٹھایا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی فوجی افسر یا پولس والے کے پاس جا رہا ہوں؟ بلکہ میں تو اس رب کے حضور جا رہا ہوں جو عفو و درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے[15]۔"

زندگی کے ابتدائی حالات ابوحیان توحیدی عرب دنیا کا ایسا مظلوم لیکن بے مثال اور یکتائے روزگار ادیب اور دانشور ہے جس کے ساتھ تاریخ وادب کی کتابوں نے ایک طویل عرصہ تک غفلت برتی۔ ابتدائی دور کے مورخین نے اس کے حق میں کچھ زیادہ امانت و دیانت کا ثبوت نہ دیا۔ ان کے وطن، خاندان، تاریخ پیدائش و وفات اور حسب و نسب کے بیان سے اغماض برتا تاکہ آپ کی متنوع شخصیت کے درخشاں پہلو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔ لیکن بعد کے مورخین نے عربی ادب و فلسفہ کے اس درِ یتیم کو گمنامی کے کثیف بادلوں میں ہمیشہ کے لیۓ روپوش ہونے سے بچالیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات، ایام طفولیت کی تفصیلات اور عہد شباب کی مصروفیات کا کوئی قطعی تاریخی ثبوت نہیں ملتا کہ زندگی کے ان مراحل میں آپ کی کیا سرگرمیاں تھیں۔ ہاں اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ عہد طفولیت میں دوسرے بچوں سے مختلف تھے، بچپن ہی سے نہایت ذکی الحس تھے، گردوپیش میں رونما ہونے والے حالات وحوادث کا گہرائی اور باریکی سے مطالعہ کرتے، جو کچھ سنتے یا دیکھتے اس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کا باریک بینی سے جائزہ لیتے۔ آپ دوسرے بچوں کے مقابلے میں نہایت لاغر اور ضعیف تھے لیکن ذکاوت و ذہانت، حکمت و فراست حلم و بردباری اور عقل و دانش مندی میں ممتاز اور منفرد تھے، علم ادب اور فلسفہ و تصوف سے ابتدا ہی میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ پھر بھی آپ کی تیس سال سے قبل کے حالات زندگی کے بارے میں تاریخ وادب کی مستند کتابوں سے کچھ زیادہ تفصیلات کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن تیس سال کے بعد سے آپ کے علمی کارناموں اور تحقیقی کاوشوں کے واضح اشارات ملتے ہیں۔ اور یہیں سے ان کے حالات زندگی،

ان کے اساتذہ، ان کی تصنیفات وتالیفات کے قطعی تاریخی ثبوت بھی ملتے ہیں۔

عقیدہ ومذہب ابوحیان توحیدی کے دین ومذہب اور عقیدہ ومسلک کے سلسلے میں مورخین اور ترجمہ نگاروں کے درمیان شدید اختلاف رہا ہے۔ تاریخ میں مختلف روایتیں ملتی ہیں کوئی تو آپ کو زندیق، دہریہ، کذاب، ملحد اور بے دین گردانتا ہے کوئی آپ پر وضع حدیث کا الزام عائد کرتا ہے اور کوئی آپ پر وضع حدیث کا الزام عائد کرتا ہے اور کوئی آپ کو موحد اور صحیح العقیدہ بتاتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف ائمہ نے الگ الگ خیالات کا اظہار کیا ہے۔

پہلا قول "ابوالحسین احمد بن زکریا بن فارس" کا ہے جو ابن فارس کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کی وفات مورخین کے مختلف اقوال کے مطابق ۳۶۰، ۳۹۱ یا ۳۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ ابوحیان کے معاصر تھے۔ ان کا ابوحیان سے مشاہدہ اور سماع ثابت ہے۔ طبقات الشافعیہ میں ــــ ابوحیان کے سوانح کے تحت ــــ "ذہبی" نے ابن جوزی کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ابن فارس نے کتاب "الفریدہ والخریدہ" میں لکھا ہے:

> "ابوحیان ایک جھوٹا، بے دین، حد قذف سے بھاگا ہوا اور علانیہ بہتان کا مرتکب شخص تھا۔ اس نے شریعت کے نہایت اہم اور بنیادی مسائل پر اعتراضات کئے اور ان کی صحت وثقاہت پر شک وشبہ کا اظہار کیا۔ وزیر صاحب بن عباد کو اس کے گمراہ کن عقیدے اور غیر دینی افکار ونظریات نیز غیر اسلامی سرگرمیوں اور کارروائیوں کی خبر ہوگئی۔ اس نے اس کو قتل کرنے کے ارادے سے دربار میں حاضر کرنے کا حکم صادر کیا۔ ابوحیان کو اس کی بھنک مل گئی وہ جان بچاکر

عباد کے دشمنوں سے جا ملا، اس نے اپنی اختراپردازیوں سے ان کو بھی گمراہ کرنا شروع کردیا، ان کے عقیدے میں خرابی پیدا کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ لوگوں کو اس کی باطنی خرابیوں، لادینی نظریات، الحادی افکار اور ناقص عقیدے کا علم ہوگیا۔ چنانچہ انھوں نے اس کے گمراہ کن عقائد کی خبر وزیر تک پہنچادی۔ وزیر نے اسے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا تو وہ روپوش ہوگیا اور اسی روپوشی کے عالم میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے کیونکہ اس نے اس دنیا میں ذلت ورسوائی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا۔[16]"

دوسرا قول ابوالفرج ابن جوزی کا ہے۔ جس کی تاریخ پیدائش ۵۱۰ھ اور تاریخ وفات ۵۹۷ھ ہے۔ ابوحیان کے ترجمہ کے تحت طبقات الشافعیہ للسبکی میں ابوالفرج بن الجوزی کا یہ قول موجود ہے "زنادق اسلام تین ہیں: ابن الراوندی، ابوحیان التوحیدی اور ابوالعلا المعری" اور ان میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوحیان توحیدی تھا لیکن اس کی اسلام دشمنی کھلی ہوئی نہیں تھی۔[17]

"ذہبی" شمس الدین بن محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز (۶۷۳ ــــ ۷۴۸ھ) کا کہنا ہے کہ ابوحیان اللہ تعالیٰ کا دشمن، خبیث اور سی العقیدہ شخص تھا۔[18]

احمد بن علی ابن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) نے ابن فارس، ابن جوزی اور ذہبی کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے اس پر مزید وضع حدیث کی تہمت بھی لگائی ہے۔

عبدالرزاق محی الدین نے ان تمام روایات کی اسناد، عبارتوں اور زمانے کے تاریخی حقائق کے آئینے میں تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ابوحیان